پروین شاکر کی شاعری میں نِسائی جذبات کا اظہار

عفت سرفراز

Abstract:

Perveen Shakir is one of the shining stars amongst the galaxy of legendary poetess like Ada Jafri, Zuhra Nigar, Kishwar Naheed, Fahmeeda Riaz, Shabnum Shakil and Perveen Fanna Syed who all have the specialty to discuss feminism in their poetry. This article examines the delicate feminine sentiments of Perveen Shakir in her poetry who followed the already mentioned poetess but introduced feminism in advance poetry. A great poetess having multi dimensional poetry but revolving around the feminism. Her five books include Kushboo, Sud Burg, Khud Kalami, Inkaar and Kuf-e-Aiena reflect different shades of feminism. Her poetry seems to be getting matured from Khushboo to Kaf-e-Aiena as she passes through the hardship of life from spinster-hood to motherhood and then deceitfulness to divorce. She stands first among the equal due to her unique style of expressions and her contribution in literature.

محبت کی کہانی اس دنیا کی سب سے پرانی کہانی ہے۔ اُردو ادب میں محبوب کا تصور جا بجا ملتا ہے۔ مگر اُردو شاعری کی ابتداء میں مُسلم ہندوستان کے مخصوص تہذیبی کلچر اور اخلاقی پابندیوں کی وجہ سے محبت کے اظہار کے لیے عام طور پر واحد غائب کا صیغہ استعمال کیا جاتا تھا۔

ڈاکٹر رشید امجد لکھتے ہیں:

> ''مُسلم شعرا کے تہذیبی رکھ رکھاؤ کی وجہ سے خواتین کا ذکر نمایاں طور پر کرنا معیوب سمجھا جاتا تھا چنانچہ شاعر مرد ہو یا عورت دونوں محبوب کے لئے ایک ہی صیغہ استعمال کرتے تھے۔''(۱)

اُردو شاعری کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو جنوبی ہند میں اُردوئے قدیم کے بعض شعراء کے ہاں نِسائی جذبات کا

اظہار ملتا ہے اس سلسلے میں امیر خسرو کا نام قابلِ ذکر ہے۔

ڈاکٹر انور سدید لکھتے ہیں:

''امیر خسرو کے اس رویے پر محبت کا ہندوستانی انداز غالب ہے، انہوں نے عورت کے سلگتے ہوئے نِسائی جذبے کو اظہار کی آزادی دی، اس میں بنیادی طور پر پریتی پریتم کا پرتو جھلکتا ہے۔''(۲)

بھگتی تحریک کے تحت لکھنے والوں میں میرا بائی کے گیتوں میں عورت کے جذبات کی ترجمانی ملتی ہے۔

ڈاکٹر وزیر آغا لکھتے ہیں:۔

''دراصل میرا بائی کے گیت ایک عورت کے جسم کی پکار ہیں اور ان میں جذبات کا لوچ اور محبوب کی ذات میں ضم ہونے کا جذبہ بہت توانا ہے'' (۳)

شمالی ہند کی شاعری میں نِسائی جذبات کا اظہار کرنے والے شعراء میں محمد افضل جھنجھانوی کا نام ملتا ہے۔ اٹھارہویں صدی کے غزل گو شعراء نے بھی ہندی گیتوں میں عورت کے جذبات کو بیان کیا، اس کے بعد ولی دکنی سے لے کر رومانوی تحریک کے شعراء تک سب کے ہاں عورت شاعر کے محبوب کے طور پر سامنے آئی۔ رومانوی تحریک سے وابستہ شعراء اختر شیرانی، فیض احمد فیض، ساحر لدھیانوی، احمد فراز اور ن۔م راشد کی شاعری میں عورت محبوب کی صُورت میں جلوہ گر رہی اسی دوران جو خواتین شاعرات سامنے آئیں ان کی شاعری میں محبت کے جذبات کا ذکر تو ملتا ہے مگر ابتداء کی خواتین شاعرات کے ہاں محبوب کے لئے مذکر کا صیغہ استعمال کیا جاتا تھا اور اظہار محبت بھی مرد کی طرف سے ہی کیا جاتا تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد اُردو شاعرات میں ادا جعفری، زہرہ نگار، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، شبنم شکیل اور پروین فنا سیّد کے نام ملتے ہیں جنہوں نے اپنی شاعری میں نسائیت کا اظہار کیا۔ اُردو شاعری میں نِسائی جذبات کے اظہار کی ابتدا ادا جعفری نے کی۔ ادا جعفری نے پہلی مرتبہ صیغہ تانیث کا استعمال کرتے ہوئے عشقیہ جذبات کا اظہار کیا۔

تم پاس نہیں ہو تو عجب حال ہے دل کا
یوں جیسے میں کچھ رکھ کے کہیں بھول گئی ہوں

(ادا جعفری)

ادا جعفری کے شعری مجموعے ''میں ساز ڈھونڈتی رہی'' میں پہلی مرتبہ عورت کا دِل دھڑکتا ہوا سنائی دیا۔ ادا جعفری کے شعر پڑھ کر واقعی یہ احساس ہوتا ہے کہ انہیں کسی ایسی عورت نے لکھا ہے جو محبت کا اظہار کرتے ہوئے جھجکتی نہیں ہے۔ ادا جعفری کے بعد کشور ناہید اور فہمیدہ ریاض دو ایسے نام ہیں جنہوں نے نِسائی کیفیات کا اپنی شاعری میں برملا اظہار کیا ہے۔

کچھ یونہی زرد زرد سی ناہید آج تھی
کچھ اوڑھنی کا رنگ بھی کھلتا ہوا نہ تھا

(کشور ناہید)

کشور ناہید کی شاعری برہنہ حقیقتوں کے اظہار کا نام ہے وہ دنیا میں عورت کو درپیش مسائل پر گہری نظر رکھتی ہے۔عصری شعور کا اظہار اس کی شاعری میں ملتا ہے اسی لئے اس کے ہاں تلخی کا رنگ غالب ہے۔ جہاں کشور ناہید نے محبت، جدائی اور وصال کی کیفیات کو بیان کیا ہے وہاں کشور ناہید نے ان سفاک حقیقتوں کا اظہار بھی کیا ہے کہ گڑیاؤں سے کھیلنے والی لڑکیاں مردوں کے ہاتھوں میں کیسے کھلونا بن جاتی ہیں۔کشور ناہید نے عورت کی بے توقیری اور استحصال کا اپنی شاعری میں کھل کر بیان کیا ہے۔

فہمیدہ ریاض نے ایک لڑکی کی حیثیت سے شاعری شروع کی۔اس کے شعروں میں جذباتیت کا رنگ غالب ہے۔

تزئینِ لب و گیسو کیسی پندار کا شیشہ ٹوٹ گیا
تھی جس کے لئے سب آرائش اس نے تو ہمیں دیکھا بھی نہیں

(فہمیدہ ریاض)

''پتھر کی زبان''فہمیدہ ریاض کا پہلا شعری مجموعہ ہے اس کے پیش لفظ میں وہ لکھتی ہیں۔

''یہ نظمیں کیا ہیں؟ ادبی شہ پارے؟ یہ سب تو بکواس ہے یہ ایک متوسط نوجوان لڑکی کی امنگیں ہیں جن میں زندگی کا پیار ہے''(۴)

ڈاکٹر سلیم اختر مذکورہ دونوں خواتین کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''کشور ناہید نے ہنڈیا چولہے سے لے کر'' میلی اوڑھنی'' تک گھر میں عورت کی زندگی کے متنوع پہلوؤں پر پُر تاثیر اشعار لکھے جبکہ فہمیدہ ریاض نے حمل کی کیفیات سے جنسی ملاپ تک کے بارے میں حقیقت پسندانہ نظمیں لکھیں''۔(۵)

نسوانی جذبات کو شدت سے بیان کرنے والی کشور ناہید کے بعد پروین شاکر شعر و ادب کا وہ معتبر نام ہے جو خواتین شاعرات کی صف میں جگمگاتا ہے۔ جدید اردو شاعری کو نسائی لہجے میں متعارف کرنے میں پروین شاکر نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ پروین شاکر کے ہاں بھر پور نسائی جذبات کا اظہار ملتا ہے مگر جذبوں کا یہ اظہار اس بے باکی سے مختلف ہے جو ہمیں عصمت چغتائی کے ہاں ملتا ہے ۔جس طرح عصمت چغتائی جیسی بے باک افسانہ نگار کے ہوتے ہوئے قرأۃ العین حیدر نے اپنے فنی شعور کا لوہا منوایا اسی طرح اردو شعر و ادب میں خوش گو اور خوش فکر شاعرات ادا جعفری ، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض اور شبنم شکیل کے ہوتے ہوئے پروین شاکر اپنے منفرد طرزِ ادا، فکر و شعور کی گہرائی اور نسوانی بصیرت کی وجہ سے سب پر سبقت لے گئیں۔

حیدر قریشی لکھتے ہیں:

''پروین نے کھردری اور نثر نما شاعری کرنے کی بجائے صنفِ نازک کے لطیف جذبات اور احساسات کو بہت ہی نفاست اور خوب صورتی کے ساتھ اور کسی حد تک باریک پردے کے ساتھ پیش کیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ شاعرات میں اپنے پیش روؤں سے کہیں آگے نکل گئیں۔(۶)

بلند قامت شاعرہ پروین شاکر کی شاعری کے بہت سے رُخ ہیں مگر اس کی شاعری کا زیادہ تر حصہ وہ ہے جس میں نِسائی جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔ سچے اور کھرے نِسائی جذبوں کا جو اظہار پروین کے ہاں ملتا ہے وہی اس کی انفرادیت ہے۔ پروین شاکر نے اپنی شاعری میں نِسائی جذبات و احساسات کے اظہار سے اردو شاعری کو ایک نیا رنگ اور آہنگ دیا۔ پروین شاکر کی شاعری کا خمیر دراصل نسوانی جذبات و احساسات میں گوندھا ہوا ہے ۔نِسائی جذبات کا اظہار صرف پروین شاکر کے بنیادی رجحان کے طور پر ہی نہیں بلکہ اس کی تخلیقی طاقت کے طور پر اُبھر کر سامنے آیا ہے۔

ڈاکٹر اجمل نیازی لکھتے ہیں:

''ہماری ادبی دنیا کی نِسائی تاریخ میں پروین شاکر نے محبوبیت کو ایک وقار عطا کیا ہے(۷)

پروین شاکر یورپ کی شاعری سے متاثر تھی کہ جس میں عورت اظہارِ محبت کرتی ہے اس لئے پروین شاکر کی شاعری میں میرا اور سیفو کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ پروین شاکر غزل کے سانچے میں میرا بائی کے گیت لکھ کر میرا بائی کا روپ دھار لیتی ہے۔ پروین شاکر نے اپنی نظموں میں خود کو یونانی شاعرہ سیفو اور ہندوستان کی میرا بائی کا ہم قافلہ کہا ہے۔

پروین شاکر کہتی ہیں:

'' یہ میرے پیش رو ہیں جنہوں نے مجھے روشنی دکھائی ہے اور یہ میرے تحت الشعور میں تھی اور اس کا میں نے دو تین جگہ اظہار کیا ہے۔''(۸)

میرا بائی کی شاعری سرا سر عشقِ حقیقی کی شاعری کی ہے جبکہ پروین شاکر نے مجازی شاعری کی ہے لیکن دونوں کے اندر یکساں خوبی یہ ہے کہ دونوں کے کلام میں سوز و گداز، بے تابی و بے خوابی اور خود سُپردگی ایک جیسی ہے اور دونوں نے بے ساختہ اور برجستہ شاعری کی ہے۔سیفو کو چونکہ زندگی اور اس کے حُسن سے محبت تھی اور اس میں کوئی شک نہیں کہ پروین شاکر کو بھی سیفو کی طرح زندگی اور حُسن سے شدید محبت تھی جس کا عکس اس کلام میں جا بجا نظر آتا ہے۔

کوئی سیفوؔ ہو کہ میراؔ ہو کہ پرویںؔ ، اُسے
راس آتا ہی نہیں چاند نگر میں رہنا

(خود کلامی)

پروین شاکر نے اپنے شعری سفر کا آغاز نہایت کم عمری میں کیا۔ پروین شاکر نے محبت کے جذبات کو اپنے رگ و پے میں اُترتا ہوا محسوس کیا ہے اور ان جذبوں کا اظہار اس نے اپنی شاعری میں بڑی ہنرمندی اور خوب صورت لفظوں کے چناؤ سے کیا ہے۔

پروین شاکر چونکہ خوش رنگ پھولوں اور خوش نما رنگوں کی دلدادہ تھی اس لیے اس نے اپنی شاعری کا آغاز ''خوشبو'' (۷) سے کیا ''خوشبو''(۹) کی شاعری خوب صورت خوابوں سے سرشار ایک نوجوان لڑکی کے جذبات و

احساسات کی شاعری ہے۔ اردو شاعری میں اس سے قبل ان جذبات کو بیان نہیں کیا گیا تھا جو نوخیز معصوم دلوں کے تار چھیڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ خود پروین شاکر ''خوشبو'' کے دیباچہ ''دریچہ ءگل سے'' میں لکھتی ہیں:

> ''آئینہ در آئینہ خود کو کھوجتی یہ لڑکی۔شہر کی اُس سنسان گلی تک آ پہنچی ہے کہ مڑ کر دیکھتی ہے تو پیچھے دُور دُور تک کِرکِر چیاں بکھری ہوئی ہیں۔ایسا نہیں ہے کہ اس نے اپنے عکس کو جوڑنے کی سعی نہیں کی۔ کی۔ پر اس کھیل میں کبھی تصویر دھند لاگئی اور کبھی انگلیاں لہولہان ہو گئیں۔''خوشبو'' اسی سفر کی کہانی ہے! حیران آنکھوں، شبنمیں رُخساروں اور اُداس مسکراہٹ والی اِس لڑکی کو اعتراف ہے کہ یہ کہانی نئی نہیں ہے۔(اور یہی کیا دنیا کی کوئی کہانی نئی نہیں ہے۔ یہ تو ہمارے اندر کا کہانی کار ہے جو اس کو ایسا سندر بنا دیتا ہے کہ سنسار کا من موہ لے!)''(۱۰)

اس اقتباس کو پڑھ کر پروین شاکر کی نِسائی بصیرت کا انداز ہوتا ہے۔ پروین شاکر نے ''خوشبو'' میں ایک لڑکی کے محبت کے مختلف کیفیات سے گزرنے کے عمل کو شعروں میں ڈھالا ہے۔ پروین شاکر نے ''خوشبو'' میں اپنی نِسائی بصیرت کے مختلف گوشوں کو وا کیا ہے۔

مجتبیٰ حسین لکھتے ہیں:

> ''سچے اور کھرے نسوانی جذبات کا اظہار جس طرح پروین شاکر نے اپنی شاعری میں کیا اس کی نظیر اردو کی کسی شاعرہ کے ہاں نہیں ملتی۔ قدرت نے پروین کو جو نسوانی بصیرت عطا کی تھی وہی ان کی شاعری کے منفرد لب و لہجے کی امین تھی۔ بے شک ہمارے ہاں اچھی شاعرات بھی رہیں ہیں لیکن ان میں اکثر نے وہی کیا جو ان کا محبوب سننا چاہتا ہے وہ نہیں کہا جو بحیثیت خاتون وہ کہنا چاہتی ہیں۔نسوانی جذبات کا ٹھیٹھ اور شائستہ اظہار ہمیں صرف پروین شاکر کی شاعری میں ملتا ہے''۔(۱۱)

خوشبو کی نظموں اور غزلوں میں محبت کا وہی والہانہ پن اور وارفتگی موجود ہے جو ابتدائی عمر کی بچیوں کی محبت کی پہچان ہوا کرتی ہے۔ محبت ہونے کے بعد دل کا موسم ہی نہیں بدلتا بلکہ چہرے کا رنگ اور ہونٹوں کی مسکراہٹ بھی دل کے موسموں کی غمازی کرنے لگتی ہے۔مگر عورت ہونے کی وجہ سے زمانے کا خوف اُسے تنہائی میں بھی پریشان کر دیتا ہے۔

کانپ اٹھتی ہوں میں یہ سوچ کے تنہائی میں
میرے چہرے پہ تیرا نام نہ پڑھ لے کوئی

(خوشبو)

تنہائیوں میں کانپ اُٹھنے والی یہ لڑکی چونکہ اپنا بہت سارا سفر خوابوں میں طے کرتی ہے اس لئے اپنی تنہائیوں کو آباد بھی اپنے خوابوں کے شہزادے کے تصورات سے ہی کرتی ہے۔

وہ چاند بن کے میرے ساتھ ساتھ چلتا رہا
میں اُس کے ہجر کی راتوں میں کب اکیلی ہوئی

(خوشبو)

''خوشبو'' میں ہمیں ایک نو خیز لڑکی کے سادہ معصوم عشق کی کہانی ملتی ہے وہ معاملاتِ دل میں مرد کی ساری چالیں سمجھنے کے باوجود انجان بن جاتی ہے۔ وہ لڑکی اپنے محبوب کا بھرم رکھتی ہے یا پھر ہار کے بھی سُرخرو رہنا چاہتی ہے۔

میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گی
وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کر دے گا

(خوشبو)

پروین شاکر نے اپنی شاعری میں اشاروں یا رمزو کنایوں کا سہارا لینے کی بجائے کُھل کر نِسائی جذبات کا اظہار کیا ہے مثلاً:

کیسے کہہ دوں کہ مجھے چھوڑ دیا ہے اُس نے
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رُسوائی کی

(خوشبو)

نسوانی جذبات کا اظہار جتنی نزاکت اور فطری انداز میں پروین شاکر نے کیا ہے وہ خال خال ہی کہیں اور نظر آتا ہے ایک مشرقی لڑکی کے جذبات نہ صرف معصوم ہوتے ہیں بلکہ کسی بھی قسم کی بناوٹ سے بھی عاری ہوتے ہیں ان جذبات کو پروین شاکر کتنی سادگی سے بیان کرتی ہے۔

کہیں رہے وہ، مگر خیریت کے ساتھ رہے
اُٹھائے ہاتھ تو یاد ایک ہی دُعا آئی

(خوشبو)

ایک معصوم لڑکی کے دل میں محبوب کو ایک نظر دیکھنے کی خواہش انگڑائی لیتی ہے تو محبوب کے سواگت کے لئے پھول چُننے میں اتنی مگن ہو جاتی ہے کہ اُسے محبوب کی آمد کا احساس ہی نہیں ہوتا اس مد ہوشی کی کیفیت کو پروین اس طرح بیان کرتی ہے۔

میں پھول چنتی رہی اور مجھے خبر نہ ہوئی
وہ شخص آ کے میرے شہر سے چلا بھی گیا

(خوشبو)

پروین شاکر کے ہاں محبت کے سفر میں خوشی کی لذتوں کے ساتھ ساتھ ہجر و فراق کے کڑے مراحل بھی محبت کے راستے میں حائل نظر آتے ہیں۔

بس یہ ہوا کہ اس نے تکلف سے بات کی
اور ہم نے روتے روتے دوپٹے بھگو لئے

(خوشبو)

پروین شاکر ایک دفعہ محبت پا لینے کے بعد خود سپردگی پر یقین رکھتی ہے اس کی والہانہ محبت فقط یہ تقاضا کرتی ہے کہ وہ ہر وقت اپنے محبوب کے گرد طواف کرتی رہے خواہ وہ بے وفائی کر رہا ہو۔

وہ کہیں بھی گیا، لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات ہے اچھی میرے ہر جائی کی

(خوشبو)

ایک لڑکی اپنے دکھوں کو چھپانے کے لئے صبر و ضبط کا سہارا لیتی ہے اور کمالِ ضبط کو آزمانا جو کسی امتحان سے کم نہیں ہوتا، پروین شاکر اس امتحان پر بھی پوری اترتی ہے۔

کمالِ ضبط کو خود بھی تو آزماؤں گی
میں اپنے ہاتھ سے اُس کی دُلہن سجاؤں گی
سُپرد کرکے اُسے چاندنی کے ہاتھوں میں
میں اپنے گھر کے اندھیروں کو لوٹ آؤں گی

(خوشبو)

پروین شاکر اگر طنزیا شکوہ کرتی ہے تو شائستگی کا پہلو نہیں چھوڑتی۔ پروین شاکر کی پوری شاعری میں رکھ رکھاؤ، نفاست اور تہذیبی شائستگی کا رنگ نمایاں نظر آتا ہے۔ تیکھا مگر شائستہ لہجہ پروین شاکر کا مخصوص پیرایہء اظہار ہے۔

اوروں کا ہاتھ تھامو، اُنہیں راستہ دکھاؤ
میں بھول جاؤں اپنا ہی گھر، تم کو اس سے کیا

(خوشبو)

پروین شاکر کی شاعری نِسائی تمثالوں دُلہن ،چوڑیاں ، سیج، حیا، افشاں اور ہِندیا سے عبارت ہے ۔''خوشبو'' سے''صد برگ'' تک ان کا ذکر بار بار ملتا ہے۔ پروین شاکر کی شاعری چوڑیوں کی کھنک اور چُنری کے رنگوں سے سجی ہوئی ہے ۔خوشبو میں'' کشف''،''کنگن بیلے کا''،''کانچ کی سُرخ چوڑی'' اور''گوری کرت سنگھار'' ایسی نظمیں ہیں جو خالص نِسائیت کی مظہر ہیں۔

پروین شاکر کی شاعری میں''جاناں''،''جان'' اور''جانِ حیات'' کی تکرار بار بار ملتی ہے مگر پروین شاکر نے ایسے الفاظ و تراکیب کا استعمال اس قدر خوب صورتی اور نزاکت سے کیا ہے کہ قاری کو اکتاہٹ یا جھنجھلاہٹ نہیں ہوتی اس ضمن میں خوشبو میں نظم''ڈیوٹی'' قابلِ ذکر ہے۔

''خوشبو'' کی زیادہ تر شاعری رنگوں اور خوشبوؤں کی باتیں کرنے والی ایک جذباتی لڑکی کی شاعری ہے

۔پروین شاکر نے ''خوشبو'' میں کچی عمر کی لڑکیوں کے خوابوں، جذبوں اور خواہشوں کی ترجمانی بڑے خوب صورت انداز میں فنکارانہ شعور کے ساتھ کی ہے۔

پروین شاکر کا دوسرا شعری مجموعہ ''صد برگ'' (۱۲) اس کے فن کے ارتقاء کو ظاہر کرتا ہے۔ اس مجموعے میں ایک کچی عمر کی لڑکی کے خوابوں کی جگہ زندگی کی تلخ حقیقتوں نے لے لی ہے۔ ''صد برگ'' میں غمِ جاناں کے ساتھ ساتھ غمِ دوراں کا ذکر بھی ملتا ہے۔ اس مجموعے میں مناظرِ فطرت، وصل اور جدائی کی کیفیات اور عورت کے نِسائی اور سماجی مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ''صد برگ'' کی شاعری پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ پروین شاکر ابھی تک کچی عمر کی لڑکیوں کی تصورات میں گم نہیں ہے بلکہ اب اسے زندگی کے حقائق وراس کی تلخیوں کا ادراک ہو چکا ہے۔

پروین شاکر لکھتی ہے:

بجھ گئی آنکھ تو پیرا ہنِ تر کیا لائے
چاہ سے اب مرے یوسف کی خبر کیا لائے
شب گزارو! وہ ستارہ تو مرا ڈوب چکا
اب دمِ صُبح دُعاؤں میں اثر کیا لائے

(صد برگ)

''صد برگ'' کی شاعری پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ پروین شاکر کا محبت کرنے کا انداز اب بدل چکا ہے۔ ''خوشبو'' میں جذباتی شعر کہنے والی پروین شاکر نے ''صد برگ'' میں فرسودہ رسومات میں جکڑی ہوئی اور روایات کے بوجھ تلے دبی مجبور اور بے بس عورت کا اپنا موضوع بنایا ہے۔

فتح محمد ملک ''صد برگ'' کے بارے میں لکھتے ہیں:

> ''پروین نہایت چھوٹی صداقتوں سے بڑی صداقتوں کا رختِ سفر باندھ کر بدن کی سوچ اور سوچ کے بدن کی شاعری سے آگے منزلوں کی تمنائی بن جاتی ہے۔ اب ان کی شاعری فقط نِسائی جذبوں کی ترجمانی کی بجائے ایک حساس اور باشعور شخص کے انسانی خوابوں کی ترجمان بن جاتی ہے''۔(۱۳)

پروین شاکر نے ''صد برگ'' میں دنیا کے مسائل اور دکھوں کو اپنی ذات سے تعلق بنا کر واضح کیا ہے۔ ایک بیورو کریٹ ہونے کے باوجود پروین شاکر اندر سے ایک روایتی عورت ہے۔ پروین شاکر نے مردوں کے ساتھ شانہ بشانہ دفتروں میں کام کرنے والی عورت اور اس کو درپیش مسائل کو موضوع بنا کر اردو شاعری کی روایتی عورت کو ایک نیا کردار عطا کیا ہے۔ ''ورکنگ وومن'' اور ''اسٹینو گرافر''، ''صد برگ'' میں شامل ایسی نظمیں ہیں جن کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ پروین شاکر عورت کی نفسیات سے خوب واقف تھی۔ ان نظموں میں کارکن عورت کے مسائل کو براہِ راست موضوع بنایا گیا ہے۔ پروین شاکر کی شاعری کربِ حیات کی شاعری ہے اس نے شاعر کو اظہارِ ذات کا وسیلہ بنایا۔ اس نے اپنی ذات کو حوالہ بنا کر خواتین کے طبقے کی بھر پور نمائندگی کی ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر لکھتے ہیں:

''اس نے نسوانی سائیکی کے نہاں خانوں کے کرن سے اشعار منور کئے اور وجودِ زن کو تصویرِ کائنات کا رنگ دینے کے ساتھ ساتھ نسوانی شخصیت کے لینڈ اسکیپ کو تخلیقی ترفع سے روشناس کرایا....اس کے ہاں ذات کا حوالہ خاصا قوی ہے مگر اس کی ''میں''، محض نرگسی ''میں'' نہیں بلکہ یہ ''میں'' عورت اور عورت پن کی تفہیم کے لئے کثیر المعانی استعارے کی صورت اختیار کر گئی۔''(۱۴)

''صد برگ'' کے اشعار میں ایک عورت کی تنہائی کا دُکھ، زمانے کی سفاکیوں اور تلخیوں کا اظہار ملتا ہے۔

اپنی تنہائی میرے نام پہ آباد کرے
کون ہو گا جو مجھے اُس کی طرح یاد کرے
اپنے قاتل کی ذہانت سے پریشان ہوں میں
روزِ اِک موت نئے طرز کی ایجاد کرے

(صد برگ)

پروین شاکر کا تیسرا مجموعہ ''خود کلامی''(۱۵) ہے جس میں صد برگ کی نسبت تجدیدِ وفا، تنہائی اور اکیلے پن کا ذکر زیادہ ہے۔''خود کلامی'' کی شاعری پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ پروین شاکر کا رومانی اور جذباتی پن اب ختم ہو چکا ہے۔''خود کلامی'' میں پروین شاکر ایک ''ماں'' کے روپ میں جلوہ گر ہوئی ہے۔

''خود کلامی'' میں ''میرا لال''، تیری موہنی صورت''، ''کائنات کے خالق''، اُس کی آواز'' اور ''نوشتہ'' ایسی نظمیں ہیں جن میں ایک دُکھی ماں کے جذبات کا اظہار کیا گیا ہے۔ ان نظموں میں خاص طور پر'' کائنات کے خالق'' ایک ایسی نظم ہے جو ایک باوقار ماں کی عظمت کی تصویر پیش کرتی ہے اس نظم میں ایک ماں کے پاکیزہ اور سچے جذبات کی عکاسی کی گئی ہے۔''نوشتہ'' ایک ایسی نظم ہے جس میں پروین شاکر کی ذاتی زندگی کا کرب نمایاں ہے اس نظم میں وہ اپنے بیٹے ''مراد'' کے مستقبل سے خوف زدہ ہے وہ مراد کی سماجی حیثیت کو کِس قدر کرب کے ساتھ پیش کرتی ہے۔

''نوشتہ''

میرے بچے!
تیرے حصّے میں بھی یہ تیر آئے گا
تجھے بھی اس پدر بنیاد دُنیا میں، بالآخر
اپنے یوں مادر نشان ہونے کی، اِک دن
بڑی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

(خود کلامی)

عورت کے سارے روپ پروین شاکر کے شعری پیراہن میں موجود ہیں یہی وجہ ہے کہ خود کلامی میں وہ ماں بن کر گیتو کے لیے ایسے شعر کہتی ہے جو نہ صرف ممتا کے جذبے سے لبریز ہیں بلکہ ان میں ماں ہونے کا فخر بھی نمایاں ہے۔

''تیری موہنی صورت''

ہاں مجھے نہیں پروا
اب کسی اندھیرے کی
آنے والی راتوں کے
سب اُداس رستوں پر
ایک چاند روشن ہے
تیری موہنی صورت!

پروین شاکر کو اپنے بیٹے سیّد مراد علی (جسے وہ گیتو کہتی تھی) سے بہت محبت تھی ایک دفعہ پروین شاکر نے اپنے ایک انٹرویو میں کہا۔

''شاعری میری رُوح ہے، نوکری میری ضرورت ہے، اور بچہ میری زندگی ہے''(۱۶)

خود کلامی کی اکثر نظموں میں اُداسی، دُکھ اور احساسِ محرومی کی پرچھائیاں ہیں۔'' بے بسی کی ایک نظم'' پڑھ کر انداز ہوتا ہے کہ'' خود کلامی'' کی شاعری ایک ایسی عورت کی شاعری ہے جو اپنی ذات کی تنہائیوں میں اسیر ہے اور جس کے اِردگرد شکستہ آرزوؤں کے آسیب منڈلا رہے ہیں۔ خود کلامی میں تجدیدِ وفا کی خواہش کا اظہار بھی کہیں کہیں ملتا ہے۔

آج کی رات تو سونے کی نہیں ہے جاناں!
آج کی رات ہے تجدیدِ ملاقات کی رات

(خود کلامی)

خود کلامی میں زیادہ تر عورت کے مسائل کو اہمیت دی گئی ہے۔ اس مجموعے میں'' خود کلامی'' کے نام سے ایک ایسی نظم ہے جس میں پروین شاکر نے May Day سے اپنے آپ کو وابستہ کر کے تمام ورکنگ ویمن کی نمائندگی کی ہے یہ نظم مزدوروں کے ساتھ ساتھ حقوقِ نسواں پر بھی ایک طنز ہے۔

پروین شاکر کا چوتھا شعری مجموعہ''انکار''(۱۷) ہے جس میں عورت کی تنہائی کا کرب شدت سے ملتا ہے۔''انکار'' میں ایک ایسی عورت کے جذبات کی ترجمانی کی گئی ہے جو روح کی تنہائی کے عذاب سہتی ہے اور دوسری طرف اُسے زمانے کی بے رحم اور تلخ حقیقتوں کا بھی سامنا ہے۔''انکار'' میں''حبس بہت ہے''، ''بہت دل چاہتا ہے''، ''چیلنج''، ''شہزادی کا المیہ'' اور''سندھ کی ایک بیٹی کا اپنے رسولؐ سے ایک سوال'' وغیرہ ایسی نظمیں ہیں جو احساسِ محرومی اور حُزن و ملال کی کیفیات سے پُر ہیں۔ نسائی جذبات سے بھر پور ان نظموں میں معاشرے کی

سفا کیوں اور بے رحمیوں پر گہرا طنز ملتا ہے۔ ایک تنہا اور مجبور عورت جس طرح زندگی کے تلخ حقائق کا سامنا کرتی ہے اس کا ذکر''انکار'' میں ملتا ہے۔ انکار میں شامل ''ٹماٹو کیچپ'' ایسی ہی ایک نظم ہے جس میں پروین شاکر نے جواں مرگ شاعرہ سارا شگفتہ کی زندگی اور موت کے المیے کو بیان کیا ہے۔

''انکار'' میں ''شرارت سے بھری آنکھیں'' اور'' مراد'' میں ماں کے خوبصورت جذبوں کی بہت منفرد انداز میں عکاسی کی گئی ہے۔ نظم ''جدائی کی پہلی رات'' جو اس نے اپنے بیٹے کی لیے لکھی ہے اس میں ماں کا روپ دیکھیں تو Possessiveness کی ایسی مثال اردو شاعری میں اور کہیں نظر نہیں آتی پروین شاکر بیٹے میں اپنے محبوب کا چہرہ تلاش کرتی نظر آتی ہے۔

انوار شریف لکھتے ہیں:

> '' بیٹے کی محبت میں وہ سراپا ایثار بن گئی، شمعِ محفل بن کر تسکینِ دل و دماغ کی بجائے ماں کا بسنتی چولا پہن کر سدا کے لئے گیتو کی گیتا کا روپ دھار بیٹھی۔ دنیا اور اس کے رنگ و بواس کے نزدیک بے معنی ہو گئے اس کی راہ میں بے شمار کانٹے اس کی استقامت کے آگے زیادہ دیر نہ ٹھہر سکے۔''(۱۸)

انکار کی شاعری اس عورت کی شاعری ہے جس کے جذبات واحساسات کو غموں کی تپش نے جُھلسا دیا ہے اور زندگی کی روشنیوں کو اندھیروں میں بدل دیا ہے۔ پروین شاکر نے اپنے اندر کے کرب کو زمانے کی نظروں سے تو چُھپائے رکھا مگر یہ کرب اندر سے اس کو سلگا تا رہا۔

وہ مجھ کو چھوڑ کے جس آدمی کے پاس گیا
برابری کا بھی ہوتا تو صبر آجاتا

(انکار)

پروین شاکر کا آخری مجموعہ ء کلام ''کفِ آئینہ''(۱۹) ہے جو اس کی وفات کے بعد شائع ہوا۔ ''کفِ آئینہ''میں بھی ''انکار'' کی طرح دُکھ اور پچھتاوے کی کیفیات مختلف رنگوں میں موجود ہیں۔ ''کفِ آئینہ'' کے کلام میں ایک خاص بات یہ ہے کہ اس میں بہت سے ایسے شعر شامل ہیں جن میں ایسے اشارے دیئے گئے ہیں کہ جیسے پروین شاکر کو قبل از وقت موت کا علم ہو گیا تھا مثلاً:

وقتِ رخصت آ گیا، دل پھر بھی گھبرایا نہیں
اس کو ہم کیا کھوئیں گے، جس کو کبھی پایا نہیں
زندگی جتنی بھی ہے اب مستقل صحرا میں ہے
اس صحرا میں تیرا دُور تک سایہ نہیں

(کفِ آئینہ)

غم کی شدت نے تمام امیدوں کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ ''کفِ آئینہ'' کا کلام ایک ایسی ہاری ہوئی عورت کی

ترجمانی کرتا ہے۔

پروین شاکر کے پہلے مجموعے ''خوشبو'' سے لے کر آخری مجموعے ''کفِ آئینہ'' تک کے اجمالی جائزے کے بعد ہم اِس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پروین شاکر ایک رومانوی شاعرہ ہیں جس میں ہر طرف رُومانوی اور نِسائی جذبوں کے رنگ بکھرے ہوئے ہیں۔ پروین شاکر نے چاہت سے خواہشِ وصال اور ملاپ سے جدائی تک کے تمام فطری نسوانی جذبات کا بھر پور اظہار کیا ہے۔

پروین شاکر کی شاعری میں عورت کے سارے روپ ملتے ہیں کہیں کنواری لڑکی کے نوخیز جذبات اور وارفتگی نمایاں نظر آتی ہے اور کہیں ایک ماں کا گیتو کے لئے گہرا عشق نظر آتا ہے۔ ایک لڑکی سے لے کر ماں کے معتبر منصب تک فائز عورت کے کردار کو پیش کرنا اور اپنے بچے کو'' میرے لال'' '' میرے بچے'' کہہ کر مخاطب کرنا اُردو شاعری میں بالکل منفرد اور انوکھا اضافہ ہے۔

پروین شاکر کی شاعری کے تمام مجموعے نِسائی جذبوں کے اظہار کی خوب صورت مثالیں ہیں۔ پروین شاکر نے عشق ومحبت کے معاملات کو بے تکلف اور بے جھجک انداز میں بیان کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ پروین شاکر نے نِسائی جذبات کا بے باک اظہار کیا ہے مگر اس نے کہیں بھی حد سے تجاوز نہیں کیا۔ پروین شاکر نے نِسائی آواز کے اظہار میں ایک باوقار اضافہ کیا ہے۔ پروین شاکر نے عورت کو بڑے شائستہ، مہذب اور بھر پور انداز میں پیش کیا ہے۔

پروین شاکر کی شاعری ایک مثلث کی مانند ہے جس کے تین کونے ہیں مرد، عورت اور محبت مگر اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں کہ پروین کے ہاں موضوعات کی تنگی یا یکسانیت پائی جاتی ہے اس کے برعکس پروین کا کینوس بہت وسیع ہے۔ پروین شاکر کی شاعری کو محض نِسائی جذبات کے اظہار کی شاعری کا نام دے کر اس کے فن کو محدود نہیں کیا جا سکتا۔

ڈاکٹر سلطانہ بخش لکھتی ہیں:

> ''پروین شاکر کی شاعری میں جرأت اظہار کی ایک واضح صورت نظر آتی ہے اپنی مختصر تخلیقی زندگی میں اس نے ایک رومانی نوخیز لڑکی سے ایک پختہ کار، پختہ ذہن خود آگاہ عورت تک کے سب مدارج کو اپنے تخلیقی تجربے میں ڈھالا اور یہ ان کی بہت بڑی انفرادیت ہے کہ انہوں نے اپنے عہد کی سچائی بیان کرنے میں کبھی کم ہمتی کا مظاہرہ نہیں کیا ان کے اندر کی نِسائی جرأت نے انہیں بے باک اظہار کا حوصلہ دیا ہے۔''(۲۰)

پروین شاکر نے جدید اردو شاعری کو نِسائی لہجے میں متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ بلاشبہ پروین شاکر اپنے مخصوص لہجے، طرزِ احساس او رنسوانی بصیرت کی بدولت اپنی ہم عصر شاعرات کی صف میں ایک نمایاں مقام رکھتی ہے اور اس نے ادب کو ناقابلِ فراموش تخلیقات عطا کی ہیں۔

حوالہ جات:

۱۔ رشید امجد (ڈاکٹر)،''مقالہ اردو شاعری میں عورت کا تصور'' مشمولہ **تاریخ ادبیات میں خواتین کا کردار**، اسلام آباد، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی،۱۹۹۶

۲۔ انور سدید (ڈاکٹر)، **اردو ادب کی تحریکیں**، کراچی، انجمن ترقی اردو۱۹۸۵،ص:۱۶۷

۳۔ وزیر آغا (ڈاکٹر)، **اُردو شاعری کا مزاج**،لاہور،مکتبہ،عالیہ،۱۹۷۸،ص:۱۸۴

۴۔ فہمیدہ ریاض، **پتھر کی زبان**، کراچی، مکتبہ دانیال، ۱۹۸۱،ص:۷

۵۔ سلیم اختر (ڈاکٹر)، **اُردو ادب کی مختصر ترین تاریخ**،لاہور،سنگِ میل پبلی کیشنز،۲۰۰۰،ص:۶۰۵

۶۔ حیدر قریشی،''پروین شاکر۔نسائی شاعری کی آن''،مضمون مشمولہ سہ ماہی **شعرو سخن**، مانسہرہ اگست تا اکتوبر۲۰۰۰

۷۔ پروین شاکر، انٹرویو مطبوعہ، **نوائے وقت**، ۸جون۱۹۸۳

۸۔ اجمل نیازی (ڈاکٹر) ہفت روزہ **تصویر پاکستان**، ۲۵ نومبر۱۹۹۴

۹۔ پروین شاکر **خوشبو**، اسلام آباد، مراد پبلی کیشنز،۱۹۹۲ء طبع دوم

۱۰۔ پروین شاکر،''دیباچہ۔دریچۂ گل سے''، **خوشبو**، اسلام آباد مراد پبلی کیشنز،۱۹۹۲ء طبع دوم،ص:۱۷

۱۱۔ مجتبیٰ حسین،''میں سمندر دیکھتی ہوں تم کنارہ دیکھنا'' مضمون مشمولہ **پروین شاکر :شخصیت فکر وفن**، مرتبین ڈاکٹر سلطانہ بخش، پروین قادر آغا، اسلام آباد، مراد پبلی کیشنز، ۱۹۹۵،ص:۱۵۴

۱۲۔ پروین شاکر، **صدبرگ**، اسلام آباد، مراد پبلی کیشنز،۱۹۹۳ء طبع دوم

۱۳۔ فتح محمد ملک،''چھوٹی حقیقتوں سے بڑی حقیقتوں کا سفر'' مضمون مشمولہ **پذیرائی**، ڈاکٹر سلطانہ بخش، اسلام آباد،لفظ لوگ پبلی کیشنز،۲۰۰۳،ص:۶۵

۱۴۔ سلیم اختر (ڈاکٹر)،''تراش کہ جو زبان کو قلم اٹھاتے ہیں'' مضمون مشمولہ **خوشبو کی سفر**،مرتبہ ڈاکٹر سلطانہ بخش، اسلام آباد، لفظ لوگ پبلی کیشنز،۲۰۰۲،ص ۵۷۔۵۸

۱۵۔ پروین شاکر، **خود کلامی**، اسلام آباد، مراد پبلی کیشنز، ۱۹۸۵ء

۱۶۔ پروین شاکر، **انٹرویو از نیلام گھر**، لاہور پاکستان ٹیلی ویژن، ۹ جولائی ۱۹۹۰ء

۱۷۔ پروین شاکر **انکار**، اسلام آباد مراد پبلی کیشنز،۱۹۹۰ء

۱۸۔ انوار شریف،''گیتو کی گیتا''،مضمون مشمولہ **فکر و فن** از احمد پراچہ، لاہور مقبول اکیڈمی،۱۹۹۹،ص:۱۴۹

۱۹۔ پروین شاکر، **کفِ آئینہ**،اسلام آباد،مراد پبلی کیشنز، ۱۹۹۶

۲۰۔ سلطانہ بخش (ڈاکٹر)، **پروین شاکر شخصیت اور فن**، اسلام آباد،اکادمی ادبیاتِ پاکستان، ۲۰۰۷،ص:۱۰۱